

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
 نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا
 نے اس وعدے کو کبھی سچا نہ سمجھا
 اگر سچا سمجھ لیتے اور اس پر ہمیں
 اعتبار ہوتا تو کیا خوشی کی فراوانی
 سے ہم پر شادی مرگ کی کیفیت
 طاری نہ ہو جاتی اور ہم جاں بحق
 نہ ہو گئے ہوتے؟

یہ مسائل تصوف! یہ ترا بیان غالب!

تجھے ہم دلی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا
 وصل سے بڑھ کر خوشی کی کوئی چیز
 نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی معلوم ہے کہ

جس طرح لوگ رنج و الم کی فراوانی برداشت نہ کر سکے اور مر گئے، اسی طرح ایسی
 مثالیں بھی ملتی ہیں کہ لوگوں کو اچانک انتہائی خوشی کی خبر پہنچی اور وہ خوشی میں آپے
 سے باہر ہو کر یا تو مر گئے یا دماغ میں خلل آ گیا ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ محبوب کے وعدہ
 وصل پر اعتبار ہوتا تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمیں اس پیمانے پر خوشی حاصل ہوتی ہو ہمارے
 ضبط و تحمل سے باہر ہوتی اور اس کا نتیجہ موت ہی ہو سکتا۔ چونکہ اصل وعدے کو جھوٹ
 سمجھا اس لیے خوشی نہ ہوئی اور زندہ رہے۔

کہا گیا ہے کہ میلی ہر وی نے اسی مضمون کا ایک شعر کہا ہے :

بیم از وفا مدار و بدہ وعدہ کہ من

از ذوق وعدہ تو بہ فردا نمی رسم

یعنی تو میرے ساتھ وصل کا وعدہ کر لے اور اسے پورا کرنے کا خوف دل سے
 نکال ڈال، کیونکہ تیرے وعدے سے جو خوشی ہوگی، وہ مجھے زندہ نہ رہنے دے گی۔

بلاشبہ ہر وی نے وعدہ وصل کو انتہائی خوشی کا موجب قرار دیا ہے، جس

سے عاشق مر سکتا ہے، لیکن شعر کی عام صورت غیر طبعی ہے۔ یعنی محبوب سے یہ

کہنا کہ تو وعدہ کر لے، میں اس خوشی، ہر دعاؤں کا اور تجھ سے زیادہ اگلا کہ موت